# خدام رسالت مآب ﷺ کی مرویات میں معاملات کے نقوشِ سیرت کا جائزہ

# The Prophet's PBUH Seerah as Reflected in the Companions' Narratives: An Analytical Approach

**Ali Shan**
PhD Scholar Superior University Lahore, Pakistan
ranaalishn@gmail.com
**Dr Muhammad Waris Ali**
Assistant Professor,Islamic Studies Department, Lahore Garrison University Lahore mwarisali@lgu.edu.pk

**Abstract:**
This research presents an analytical study of the reflections of the Prophetic Seerah in the narrations of the Companions of the Messenger ﷺ, with a focus on his conduct in worldly and interpersonal matters. In the modern context, faith and worship are often narrowly understood as the performance of rituals—such as prayer, fasting, Hajj, 'Umrah, and verbal glorification—while the broader moral, ethical, and humanitarian objectives of Islam are overlooked. The study underscores that these acts of worship, while obligatory, are intended to nurture the spirit of compassion, justice, and service to humanity. Without embodying these values, rituals lose their essence and divine acceptance. The Qur'anic message makes it clear that Allah Almighty is not in need of human acts of devotion; rather, they serve as a means for spiritual purification and moral transformation. If worship fails to produce God-consciousness (taqwā) and genuine concern for others, it remains incomplete and unfruitful. The study concludes that a believer should embody all the noble qualities that can exist in human dignity.

Keywords:
Seerah, Hadith, Companions of the Prophet ﷺ, Spiritual Purification, Moral Transformation

آج ہمارے ہاں ایمان اور عبادت کا الگ ہی تصور ہے۔ صرف نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، عمرے کرنا، تسبیح کرنا اور باقی رسم ورواج کو ایمان اور اسی کو عبادت قرار دے رکھا ہے۔ یاد رکھیں کہ مذکورہ اعمال عبادتیں ہیں جبکہ انسانیت کی بھلائی کے اقدامات کرنا عبادات کی روح ہے۔ اگر ہم سے انسانیت کو ضرر، دکھ اور اذیت پہنچے تو نہ نماز قبول ہے اور نہ حج، نہ کعبے کے طواف قبول ہیں اور نہ روزے قبول ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارے سجدوں اور طواف کا محتاج نہیں بلکہ اس نے تو یہ سارا نظام بنایا ہی اس لئے ہے کہ ہم سنور جائیں۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم سنورے نہیں اور اپنے اندر حیوانی خصلتوں کو پروان چڑھاتے رہے تو میں نے تمہارے سجدوں کو کیا کرنا ہے، تمہارے بھوکے رہنے کو کیا کرنا ہے۔ اگر روزہ رکھ کر بھی تم متقی نہیں بنے، خدا خوفی نہیں ہے اور انسانیت کے بہی خواہ نہیں بنے تو کیا حاصل ہوگا۔

راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانے کا ذکر کرنا اور اُسے ایمان قرار دینا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جب اتنی تکلیف نہ ہونے دینا بھی ایمان ہے تو بڑی تکلیف کا روا رکھنا اسلام کے نزدیک کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پس انسانیت کی ہر قسم کی تکلیف کو مٹانا اور انہیں ہر قسم کی راحت فراہم کرنا ایمان ہے۔

## نکاح کی ترغیب

ان احادیث میں شادی کے امور کے متعلق وضاحت کی گئی ہے، نکاح حضرت سیدنا آدم علٰی نَبِینَا وعلیہ الصَّلٰوۃ وَالسَّلام سے شروع ہونے والی عظیم عبادت، نسلِ انسانی کے وجود میں آنے اور باقی رہنے کا ذریعہ اور صالحین و عابدین علیہ رحمۃ اللہ المُبِین کی پیدائش کا سبب ہے۔ نکاح اگر شریعت کے مطابق کیا جائے تو شرم وحیا کے حُصُول کے ساتھ ساتھ فراخ دستی اور خوشحالی کا سبب بھی ہے کہ حدیثِ پاک میں ہے:

"اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ بِالنِّكَاحِ" [1]

یعنی نکاح (شادی) کے ذریعے رزق تلاش کرو۔

## شادی پر حسب استطاعت ولیمہ کرنا مسنون ہے

"«أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.»" [2]

---

[1] عبدالرحمن بن أبی بکر السیوطی، الجامع الصغیر وزیادتہ، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، ج1، ص98، ح3084

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الصُّفْرَۃِ لِلْمُتَزَوِّجِ، 1311، ج7، ص21، ح5153

عبدالرحمن بن عوف مدینہ تشریف لائے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عبدالرحمن اور سعد بن ربیع انصاری میں بھائی چارہ کرادیا، سعد انصاری کی دو بیویاں تھیں، سعد نے عبدالرحمن (رضی اللہ عنہ) کہا کہ میری بیویاں اور مال سب میں سے آدھا آپ لے لیں، انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تم کو تمہارا مال زیادہ کرے اور بیویاں مبارک ہوں، مجھے بازار بتادو، چنانچہ بازار میں جا کر پنیر اور روغن کی تجارت سے نفع حاصل کیا، چند دنوں کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے کپڑوں پر زردی دیکھ کر فرمایا: اے عبدالرحمن! یہ کیا بات ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کتنے مہر پر، عرض کیا (تقریبا) چار تولہ سونا، اس پر آپ نے فرمایا ولیمہ بھی کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔

نکاح کے شکرانے میں دعوت ولیمہ سنّت ہے۔ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت سَیِّدَتنا صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نکاح کے بعد جو ولیمہ کیا اُس میں نہ گوشت تھا، نہ روٹی تھی بلکہ وَلیمے کے کھانے میں کھجور اور گھی کا حلوہ تیار کیا گیا۔ (فَاَلْقٰی عَلَیْہَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ) [3]

دو عالم کے مالک و مختار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت سَیِّدَتنا زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نکاح پر پوری ایک بکری سے ولیمہ کیا۔ ایسا ولیمہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا نہیں کیا۔

" مَا أَوْلَمَ النَّبِی صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی شَیْءٍ مِنْ نِسَائِہِ مَا أَوْلَمَ عَلَی زَیْنَبَ؛ أَوْلَمَ بِشَاۃٍ." [4]

یعنی تمام ولیموں میں یہ بہت بڑا ولیمہ تھا کہ ایک پوری بکری کا گوشت پکا تھا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شادی کے تمام معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## مال کا لالچ اور دنیاداری میں مقابلہ

ہمہ وقت گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کی صفت ہے۔ ہمیشہ گناہوں میں غرق رہنا شیطان کی خصلت ہے۔ جبکہ گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کرنا اور معصیت کی راہ چھوڑ کر شاہراہ ہدایت میں قدم رکھنا اولادِ آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ اس کی فطرت میں موجود اعلیٰ تر بلند مقامات اور جاہ و منصب تک جانے کی خواہش کی آڑ میں اسے مرتبہ انسانیت سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔

---

[3] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، بَابُ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ، 1311، ج5، ص135، ح4213

[4] ایضاً، کتاب النِّکَاحِ، بَابُ الْوَلِیمَۃِ وَلَوْ بِشَاۃٍ، 1311، ج7، ص24، ح5168

"«لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُرَابُ، وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ.»"[5]

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: کہ اگر کسی آدمی کے پاس سونے کی ایک وادی ہو، تو وہ چاہے گا، کہ دو ہوتیں اور اس کے منہ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

ان احادیث میں لالچ، طمع اور توبہ کا تذکرہ موجود ہے کسی چیز میں حد درجہ دلچسپی کی وجہ سے نفس کا اس کی جانب راغب ہونا طمع یعنی لالچ کہلاتا ہے۔ مال و دولت کی ایسی طمع (لالچ) جس کا کوئی دینی فائدہ نہ ہو، یا ایسی اچھی نیت نہ ہو جو لالچ ختم کر دے، نہایت ہی قبیح، گناہوں کی طرف رغبت دلانے والی اور ہلاکت میں ڈالنے والی بیماری ہے، مال و دولت کے لالچ میں پھنسنے والا شخص ناکام و نامراد اور جو اِن کے مکروہ جال سے بچ گیا وہی کامیاب و کامران ہے۔

لالچ جیسی نحوست اور اس کے برے اثرات کو زائل کرنے کا ایک ہی حل ہے اور وہ توبہ و استغفار ہے ندامت قلب کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گناہ سے رک جانا توبہ ہے جبکہ ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنا ''استغفار'' ہے۔ ''توبہ'' اصل ہے جبکہ توبہ کی طرف جانے والا راستہ ''استغفار'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود میں توبہ سے قبل استغفار کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ط اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ"[6]

''سو تم اس سے معافی مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول فرمانے والا ہے''

گویا گناہوں سے باز آنا، آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا ''توبہ'' ہے جبکہ اللہ سے معافی طلب کرنا، گناہوں کی بخشش مانگنا اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کر کے اپنے مولا کو منانا استغفار ہے۔

## اشرفی کا بندہ تباہ ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهِمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ"[7]

---

[5] ایضاً، كِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى {إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ}، 1311، ج8، ص93، ح6439

[6] سورۃ ھود، 11 : 61

''اشرفی کا بندہ اور روپے کا بندہ اور کمبل کا بندہ تباہ ہوا''

اس حدیث میں دینار، درہم اور چادر کا ذکر بطور مثال ہے مراد یہ ہے کہ وہ آدمی دنیا کی طلب میں اس مقام پر جا پہنچا کہ دنیا کی چیزیں اس کے مالک کی طرح اسے ہر طرف لیے پھرتی ہیں انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ ہر ذلت برداشت کرنے کے لئے تیار ہے جس طرح غلام مالک کا ہر حکم مانتا ہے اس کی خوشی اور ناخوشی بھی اسی کے ارد گرد گھومتی ہے کہ اس کی پسندیدہ دنیا کی چیز اسے ملتی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا:

"وَمِنْهم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ"[8]

''اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں کہ صدقات کی تقسیم میں تجھ پر طعن کرتے ہیں۔ اگر ان کو کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو فوراً بگڑ بیٹھتے ہیں۔''

پھر دنیا میں لوگوں کی پسندیدہ چیزیں بھی مختلف ہیں کوئی مال کا بھوکا ہے، کوئی عہدہ کا، کوئی حسینوں کا غلام ہے، کوئی جائیداد اور کوٹھیوں کے چکر میں گرفتار ہے۔

## صبر کی نعمت

" أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتَى عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَ لَهَا: «اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي»، فَقَالَتْ: وَمَا تَبَالِي بِمُصِيبَتِي فَلَمَّا ذَهَبَ، قِيلَ لَهَا: إِنَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَهَا مِثْلُ الْمَوْتِ، فَأَتَتْ بَابَهُ، فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ»، أَوْ قَالَ: «عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ»"[9]

اپنے بچے پر روتی عورت کے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو اس سے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر اختیار کر! تو اس نے کہا تم کو میری مصیبت نہیں پہنچی، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گئے تو اس عورت سے کہا گیا کہ وہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے تو اس عورت کو پریشانی ہوئی اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازے پر پہنچی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر پر کسی دربان کو نہ پایا تو اندر جا کر رسول اللہ (صلی

---

[7] محمد بن اسماعیل بخاری ، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر: باب الحراسة في الغزو في سبيل الله ، 1311، ج4، ص34، ح2886

[8] سورۃ التوبۃ:58:9

[9] مسلم بن الحجاج قشیری ، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند أول الصدمة، ج2، ص637، ح926

اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کرنے لگی میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہچانا نہیں تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ صبر صدمہ کی ابتداء میں ہی افضل ہے۔

بلاؤں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے

احادیث مبارکہ میں تکلیف کا گناہوں کا کفارہ بننے کا تذکرہ ہے انسان پر مشکل حالات، پریشانیاں اور مصائب آتے ہیں، کبھی بیماری کی شکل میں، کبھی تنگدستی اور معاشی الجھن کی شکل میں اور کبھی اہل خانہ اور آل واولاد کے دکھ اور اذیت کی شکل میں پریشانی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، مصیبت ہلکی ہو یا سنگین، ایک مومن کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ صبر کا راستہ اپنائے، مصیبت سے گھبرا جانا، صدمہ کی شدت میں شریعت کا حکم چھوڑ دینا مومن کی شان نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالسِّرُّ فِيهِ أَنَّ الْبَلَاءَ فِي مُقَابَلَةِ النِّعْمَةِ فَمَنْ كَانَتْ نِعْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَكْثَرَ كَانَ بَلَاؤُهُ أَشَدَّ[10]

بلاء، نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہوئی، اس پر بلاء بھی اسی کے لحاظ سے شدید ہوا کرتی ہے۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سے لوگ سخت آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"«الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ"[11]

''سب سے زیادہ تکالیف انبیاء پر ہوا کرتی ہیں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔''

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی قوت جسمانی قوت نہیں بلکہ معنوی قوت ہے۔ تو جس طرح اجنبی دشمنوں سے جو اللہ کے دین کی مخالفت کریں مقابلہ ضروری ہے اور اس کے لئے قوت کی ضرورت ہے اسی طرح نفس جب اللہ کے احکام کی مخالفت پر اتر آئے خصوصاً جب وہ غصے میں مشتعل ہو چکا ہو اور شیطان اس کو برابر بھڑکا رہا ہو

---

[10] أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج10، ص112

[11] عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل الدارمی، مسند الدارمی المعروف ب- سنن الدارمی، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الطبعۃ: الأولی، 1412 ھ - 2000م، ج3ص1831، ح2825

زبان سے گالی گلوچ ہاتھ سے مارنے اور قتل کرنے پر آمادہ ہو، چہرہ سرخ بلکہ سیاہ ہو چکا ہو جسم پر کپکپی طاری ہو رگیں پھول چکی ہوں، دل بغض اور کینے سے بھر چکا ہو۔ اس وقت اس کا مقابلہ اور اس پر قابو پانا بھی دشمن پر قابو پانے سے بھی مشکل ہے اس لئے جو اس پر قابو پائے اس نے گویا کئی حریفوں کو زیر کیا اس لئے اصل بہادر اور پہلوان وہ ہے۔

## صبر و تحمل اور مجاہدہ نفس افضل کام ہے

" قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا تعُدُّونَ الرَّقُوبَ فِيكُمْ؟» قَالَ قُلْنَا: الَّذِي لَا يُولَدُ لَه، قَالَ: «لَيْسَ ذَاكَ بِالرَّقُوبِ وَلَكِنَّه الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِه شَيْئًا» قَالَ: «فَمَا تعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ؟» قَالَ قُلْنَا: الَّذِي لَا يَصْرَعُه الرِّجَالُ، قَالَ: «لَيْسَ بِذَلِكَ، وَلَكِنَّه الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَه عِنْدَ الْغَضَبِ"[12]

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم لوگوں میں رقوب کسے شمار کیا جاتا ہے؟ (یعنی رقوب کا معنی کیا ہے؟) راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا جس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی ہو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا رقوب اسے نہیں کہتے بلکہ رقوب کا معنی یہ ہے کہ جس آدمی نے پہلے سے اپنی اولاد میں سے کسی کو آگے نہ بھیجا ہو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم پہلوان کس کو شمار کرتے ہو راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی کہ جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ پہلوان نہیں ہے بلکہ پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔

اس حدیث مبارکہ میں غصہ پر کنٹرول کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، غَضَب یعنی غُصّہ نفس کے اُس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دَفع (دور) کرنے پر اُبھارے، کہ ''غُصّہ حرام ہے''غُصّہ ایک غیر اختیاری اَمر ہے، انسان کو آ ہی جاتا ہے، اِس میں اس کا قُصُور نہیں، ہاں غُصّہ کا بے جا استعمال بُرا ہے۔ کیونکہ غُصّہ ہی اکثر دَنگا فساد، دو بھائیوں میں اِفتراق، میاں بیوی میں طَلاق، آپس میں مُنافَرت اور قتل و غارت کا موجِب ہوتا ہے۔ غصے کا عملی علاج اس طرح ہو سکتا ہے کہ غُصّہ پی جانے اور در گزر سے کام لینے کے فضائل سے آگاہی حاصل کرے، جب کبھی غُصّہ آئے ان فضائل پر غور و فکر کر کے غُصّے کو پینے کی کوشش کرے۔ بخاری شریف میں ہے:

"أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي، قَالَ: لَا تغْضَبْ، فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: لَا تغْضَبْ."[13]

---

[12] مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب البِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَبِأَيِّ شَيْءٍ يَذْهَبُ الْغَضَبُ، ج4، ص2014، ح2608

[13] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الْأَدَبِ، بَابُ الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ، 1311، ج8، ص28، ح6116

ایک شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی، یارسولَ اللہ! ﷺ مجھے وصیت فرمائیے۔ارشاد فرمایا:''غُصّہ مت کرو۔'' اس نے بار بار یہی سُوال کیا۔جواب یہی ملا:''غُصّہ مت کرو۔''

حضرتِ سیدُنا ابوالدرداء رَضِی اللہ تعالٰی عَنْہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو مجھے جنَّت میں داخِل کردے؟ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' لَا تغْضَبْ وَلَك الْجَنَّـة '' [14]

یعنی غُصّہ نہ کرو، تو تمہارے لئے جنَّت ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی قوت جسمانی قوت نہیں بلکہ معنوی قوت ہے۔ تو جس طرح اجنبی دشمنوں سے جو اللہ کے دین کی مخالفت کریں مقابلہ ضروری ہے اور اس کے لئے قوت کی ضرورت ہے اسی طرح نفس جب اللہ کے احکام کی مخالفت پر اتر آئے خصوصاً جب وہ غصے میں مشتعل ہو چکا ہو اور شیطان اس کو برابر بھڑکا رہا ہو زبان سے گالی گلوچ ہاتھ سے مارنے اور قتل کرنے پر آمادہ ہو، چہرہ سرخ بلکہ سیاہ ہو چکا ہو جسم پر کپکپی طاری ہو رگیں پھول چکی ہوں، دل بغض اور کینے سے بھر چکا ہو۔اس وقت اس کا مقابلہ اور اس پر قابو پانا بھی دشمن پر قابو پانے سے بھی مشکل ہے اس لئے جو اس پر قابو پائے اس نے گویا کئی حریفوں کو زیر کیا اس لئے اصل بہادر اور پہلوان وہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَه عِنْدَ الْغَضَبِ"[15]

''طاقتور اور بہادر وہ نہیں جو کشتی لڑنے سے غالب آئے بلکہ طاقتور اور بہادر وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے غصے پر قابو پانے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

"وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هِمْ يَغْفِرُونَ"[16]

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔''

---

[14] علی بن أبی بکر الھیثمی ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، مکتبۃ القدسی، القاھرۃ ، 1414 ھ - 1994 م ،ج8،ص134،ح12990

[15] مالک بن أنس، موطأ الإمام مالک، کتابُ حُسْنِ الخُلُقِ، ج2، ص906، ح12

[16] سورۃ الشوری: 37

اور فرمایا:

"الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ"[17]

''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے ہیں۔''

ابن حجر عسقلانی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِي صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَصْطَرِعُونَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوا فُلَانٌ مَا يُصَارِعُ أَحَدًا إِلَّا صَرَعَه قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْه رَجُلٌ كَلَّمَه رَجُلٌ فَكَظَمَ غَيْظَه فَغَلَبَه وَغَلَبَ شَيْطَانَه وَغَلَبَ شَيْطَانَ صَاحِبِه[18]

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو کشتی کر رہے تھے فرمایا: کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں آدمی جس سے بھی کشتی کرتا ہے اسے پچھاڑ (گرا) دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس سے زیادہ طاقت والا آدمی نہ بتاؤں؟ وہ آدمی جس سے کسی آدمی نے (غصہ دلانے والی) بات کی تو وہ اپنے غصے کو پی گیا پس اس پر غالب آگیا اپنے شیطان پر غالب آگیا اور اپنے ساتھی کے شیطان پر غالب آگیا۔

غصے پر قابو پانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے سکھائے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ غصے کو بھڑکانا اصل میں شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے اس کا علاج بھی یہی ہے کہ شیطان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّه سَمِيعٌ عَلِيمٌ"[19]

''اگر تمہیں شیطان کی طرف سے چوکا لگے (یعنی شیطان غصے کو مشتعل کر دے) تو اللہ کی پناہ مانگ یقیناً وہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

## بیٹی کی پرورش

حدیث مبارکہ میں بیٹیوں کی پرورش کی ترغیب دی گئی ہے زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت عالم انسانیت مختلف قسم کی معاشرتی واخلاقی بیماریوں سے دوچار تھا، تعلیم وتربیت کا فقدان تھا، ظلمت وجہالت عروج پر تھی، غربت وافلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے، ایسے میں ظالمانہ و جاہلانہ رسومات کا جنم لینا ایک بدیہی سی بات ہے، ایسی ہی جاہلانہ رسومات میں سے ایک قبیح رسم بعض قبیلوں میں بیٹی کو زندہ

---

[17] سورۃ آل عمران: 134:3

[18] أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج10، ص519

[19] سورۃ الأعراف: 200:7

در گور کرنے کی بھی تھی، اِس رسم کی بنیاد بے جا غیرت پر مبنی تھی کہ کل کسی کو بیٹی دینی نہ پڑے، کوئی ہمارا داماد بن نہ سکے، کسی کے سامنے ہماری نظریں جھک نہ سکیں، اِس لئے جو بھی بیٹی کسی کے گھر میں پیدا ہوتی وہ اسے زندہ زمین میں دفن کر دیتا۔

اسلام نے جب دُنیا میں اپنی کرنیں بکھیرنی شروع کیں اور اُس کو تمام مذاہب پر غلبہ نصیب ہوا تو اُس نے ساری دُنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا، اُس نے زمانۂ جاہلیت کی رسومات کو توڑا، لوگوں کو ظلمت و جہالت سے نکالا، اُن کی صحیح تعلیم تربیت کی، اور اُنہیں انسانیت کا کھویا ہوا مقام واپس دلایا، زمانۂ جاہلیت میں بیٹی کو جتنا منحوس اور نامبارک خیال کیا جاتا تھا، اسلام نے اُتنا ہی اُس کو خوش قسمت اور بابرکت بتایا۔

## امارت کی طلب اور حقوق

امارت بھی ایک اہم شرعی اصطلاح ہے، جو وسیع معنوں میں استعمال ہوتی ہے اور جس کے احکامات علما و فقہا نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کر دیے ہیں۔ لفظ-امارت-کا اطلاق امیر کے منصب کے لیے اور کبھی زمین کے اس حصے پر ہوتا ہے جس پر کوئی امیر حکم رانی کرتا ہے۔ اصطلاحِ فقہ میں امارت کا لفظ فی الجملہ اسی معنی میں مستعمل ہے جو لغوی معنی ہے، البتہ امارت عام معاملات میں ہوا کرتی ہے اور اس کا حصول امام المسلمین (مسلمانوں کے سربراہ اعلیٰ) کی طرف سے ہوتا ہے۔

## امارت طلب کرنے کی مذمت

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِی ﷺ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُوتيتها عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْت إِلَيْها، وَإِنْ أُوتيتها مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْت عَلَيْها، وَإِذَا حَلَفْت عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْت غَيْرَها خَيْرًا مِنْها، فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ، وَأْت الَّذِی ہوَ خَيْرٌ. [20]

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ! امارت طلب نہ کرو، اس لیے کہ اگر تمھیں طلب کرنے کے بعد امارت دے دی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے تمھیں امارت مل جائے تو تمھاری مدد کی جائے گی، اور جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور بھلائی اس کے علاوہ میں پاؤ تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور وہ چیز کرو جو اس سے بہتر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[20] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، باب مَنْ لم یَسْئَلِ الإِمَارَۃَ أَعَانَہُ اللہُ، 1311، ج9، ص63، ح7146

أَنَّ رَسُولَ اللَّه -ﷺ- بَعَثَ زَيدًا وَجَعْفَرًا وَعَبْدَ اللَّه بْنَ رَوَاحَة وَدَفَعَ الرَّايَة إِلَى زَيدٍ فَأُصِيبُوا جَمِيعًا قَالَ أَنَسٌ فَنَعَاهُمْ رَسُولُ اللَّه -ﷺ- إِلَى النَّاسِ قَبْلَ أَنْ يجِيئَ الْخَبَرُ قَالَ : أَخَذَ الرَّايَة زَيدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ عَبْدُ اللَّه بْنُ رَوَاحَة فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَة بَعْدُ سَيفٌ مِنْ سُيوفِ اللَّه خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ ۔ قَالَ فَجَعَلَ يحَدِّثُ النَّاسَ وَعَينَاه تذْرِفَانِ۔[21]

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کو لشکر دے کر بھیجا اور زید بن حارثہ کو امیر بنایا۔ جب وہ سب کے سب شہید ہو گئے تو حضرت نبی کریم ﷺ نے خبر پہنچنے سے قبل ہی ان تینوں کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا: زید نے جھنڈا تھاما، وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر نے اور پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا تھاما، وہ دونوں بھی شہید ہو گئے۔ پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے جھنڈا تھام لیا۔ آپ یہ بتا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

وَفِيہ دَلاَلَة عَلَى أَنَّ النَّاسَ إِذَا لَمْ يكنْ عَلَيهِمْ أَمِيرٌ وَلاَ خَلِيفَة أَمِيرٍ فَقَامَ بِإِمَارَتهِمْ مَنْ هوَ صَالِحٌ لِلإِمَارَة وَانْقَادُوا لَہ انْعَقَدَت وِلاَيتہ حَيثُ اسْتحْسَنَ رَسُولُ اللَّه -ﷺ- مَا فَعَلَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ أَخْذِہ الرَّايَة وَتَأَمُّرِہ عَلَيهِمْ دُونَ أَمْرِ النَّبِى -ﷺ- وَدُونَ اسْتخْلاَفِ مَنْ مَضَى مِنْ أُمَرَائِ النَّبِى -ﷺ- إِياہ وَاللَّه أَعْلَمُ۔[22]

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو امارت کا اہل ہو وہ نائب بن سکتا ہے اور اگر وہ دیکھے کہ کوئی اور اہل موجودہ نہیں تو بغیر مقرر کیے بھی امیر بن سکتا ہے، جیسا کہ خالد بن ولید نے کیا۔ لیکن اہل کے موجود ہوتے ہوئے، ہوائے نفس سے خود امارت کا دعویٰ کرنا درست نہیں۔

## امیر ہونا بڑی ذمے داری کا کام ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أَنَّ رَسُولُ اللَّه ﷺ قَالَ : يَا أَبَا ذَرّ إِنِّى أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّى أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِى لَا تأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا توَلَّيَنَّ عَلَى مَالِ يَتِيمٍ"[23]

---

[21] أحمد بن الحسين البيهقي ، السنن الكبرىٰ، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنات الطبعة: الثالثة، 1424ھ - 2003 م ،ج8، ص266، ح16597

[22] ایضاً، ج8، ص266، ح16597

[23] مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الإمارۃ، باب کراھۃ الإمارۃ بغیر ضرورۃ، ج6، ص7، ح1826

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں تم کو کمزور محسوس کر رہا ہوں، اور میں تمھارے واسطے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے واسطے پسند کرتا ہوں کہ تم کبھی دو شخص کی امارت یا یتیم کے مال کی ولایت قبول نہ کرنا (یعنی امیر بننا اور یتیم کے مال کا ولی بن جانا بہت بڑی ذمہ داری کا اور مشکل کام ہے)۔

صحابہ کرام کا احتیاط

رافع بن ابی رافع سے روایت ہے:

لما استخلف الناس أبا بكر، قلت: صاحبى الذى أمرنى أن لا أتامر على رجلين، فارتحلت فانتهيت إلى المدينة فتعرضت لأبى بكر، فقلت له يا أبا بكر أتعرفني؟ قال: نعم؟ قلت: أتذكر شيئا قلته لى أن لا أتأمر على رجلين، وقد وليت أمر الأمة؟ فقال: إن رسول الله ﷺ قبض والناس حديث عهد بكفر فخفت عليهم أن يرتدوا وأن يختلفوا فدخلت فيها وأنا كاره، ولم يزل بى أصحابى، فلم يزل يعتذر حتى عذرته. ابن راهويه والعدنى والبغوى وابن خزيمة.[24]

جب لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو منصبِ خلافت کے لیے چن لیا تو رافع کہتے ہیں، میں نے کہا: یہ تو وہی شخص ہیں جنھوں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں کبھی بھی دو آدمیوں پر امیر بننا قبول نہ کروں گا۔ چناں چہ میں مدینہ پہنچا اور ابو بکر سے بات کی اور پوچھا؛ اے ابو بکر! آپ مجھے جانتے ہیں؟ فرمایا: اچھی طرح۔ میں نے عرض کیا: آپ کو یاد ہے آپ نے مجھے کسی وقت نصیحت کی تھی کہ میں آدمیوں پر امیر نہ بنوں، حالاں کہ اب آپ پوری امت کی امارت قبول کر رہے ہیں! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور لوگوں کو زمانہ کفر سے نکلے زیادہ وقت نہیں گزرا، اس لیے مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اسلام سے نہ پھر جائیں اور باہم انتشار کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس لیے میں ناپسندیدگی کے باوجود اس میدان میں اترا ہوں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے مسلسل اصرار کے بعد۔ رافع فرماتے ہیں: آپ مجھے اس طرح اپنے اعذار گنواتے رہے یہاں تک کہ میں نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

شیخین میں سے دونوں اپنا دامن بچا رہے تھے

محمد بن سیرین سے مروی ہے:

أن رجلا من بنى زريق قال: لما كان ذلك اليوم خرج أبو بكر وعمر حتى أتوا الأنصار فقال: يا معشر الأنصار إنا لاننكر حقكم ولا ينكر حقكم مؤمن وإنا والله ما أصبنا خيرا إلا شاركتمونا فيه، ولكن لا ترضى العرب ولا تقر إلى على رجل من

[24] علی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، ج5، ص586، ح14042

قريش لأنهم أفصح الناس ألسنة؛ وأحسن الناس وجوبا وأوسط العرب دارا وأكثر الناس شحمة فى العرب، فهلموا إلى عمر فبايعوه، فقالوا: لا فقال عمر: فلم؟ فقالوا: نخاف الأثرة فقال: أما ما عشت فلا بايعوا أبا بكر، فقال أبو بكر لعمر: أنت أقوى منى، فقال عمر: أنت أفضل منى، فقالاہا الثانية، فلما كانت الثالثة قال لہ عمر: إن قوتى لك مع فضلك، فبايعوا أبا بكر، وأتى الناس عند بيعة أبى بكر أبا عبيدة بن الجراح فقال: تأتونى وفيكم ثانى اثنين.[25]

کہ بنی زریق کے ایک آدمی نے بتایا کہ جب وہ دن - جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی- آیا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نکل کر انصار کے پاس گئے اور ابو بکر نے ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت! ہم تمھارے حق کا انکار نہیں کرتے کیوں کہ تمھارے حق کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم ہم کو جو خیر حاصل ہوئی تم اس میں ہمارے (برابر کے) شریک ہو، لیکن عرب قریش ہی کے کسی آدمی کے امیر بننے پر راضی ہوں گے اور اسی کا اقرار کریں گے، کیوں کہ قریش زبان میں سب سے فصیح ترین، وجاہت میں لوگوں میں سب سے بڑھ کر اور ٹھکانے میں عرب کے درمیان میں اور جسمانی توانائی میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ لہٰذا آئو اور عمر کی بیعت کر لو۔ لوگوں نے کہا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ لوگ بولے: ہم کو خوف ہے کہ ہم پر اوروں کو ترجیح دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک میں زندہ ہوں تم پر کسی کو ترجیح نہ دی جائے گی، لہٰذا تم ابو بکر کی بیعت کر لو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ دونوں نے اپنی اپنی بات دہرائی۔ تیسری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ ہے یعنی میں آپ کا بھرپور تعاون کروں گا۔ پھر لوگوں سے فرمایا: ابو بکر سے بیعت کر لو۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت لوگ حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح کے پاس بھی آئے، لیکن انھوں نے فرمایا: تم میرے پاس آئے ہو، حالاں کہ تمھارے درمیان ثانی اثنین ہے۔

## امارت کی حرص کرنے والوں کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[26]

---

[25] علی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، ج5، ص652، ح14139

[26] مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الإمارۃ، باب مایکرہ من الحرص علی الإمارۃ، ج9، ص63، ح7148

عنقریب تم (لوگ) امارت کے حریص ہوں گے اور قیامت کے دن (اس عمل پر) تمھیں ندامت ہو گی۔

## بھائی چارہ

احادیث میں انسانی محبت، بھائی چارے اور صلہ رحمی کی ترغیب دی گئی ہے، بے شک اسلام انسانوں کا ایک انتہائی باہمی رحم و کرم اور عطف و مہربانی والا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی قیادت و سیادت محبت و بھائی چارے کے ہاتھ میں ہو۔ اور خیر و بھلائی اور عطاو کرم کا اس پر راج ہو، اور خاندان معاشرے کی اکائی ہوتا ہے۔ جو کہ اللہ کے خوف و تقوی اور صلہ رحمی کے نتیجہ میں سعادت و خوشحالی پاتا ہے۔ اسلام نے خاندان کی جڑیں مضبوط کرنے اور اس کی عمارت کو پائدار بنانے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ رشتہ دار دو طرح کے ہیں: ایک قریبی یا خون کے رشتہ دار، دوسرے دور کے رشتہ دار جن سے خونی تعلق نہیں ہوتا۔ ان دونوں سے حسن سلوک کی تاکید تو ایک جیسی ہے، البتہ قریبی رشتہ داروں کا حق یہ ہے کہ ان سے بہر طور تعلقات استوار اور خوشگوار رکھے جائیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کی تاکید آئی ہے، جب کہ ہمارے ہاں اکثر سننے میں آتا ہے کہ "اپنوں سے تو بیگانے ہی اچھے ہوتے ہیں" ان لوگوں کا یہ قول شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چند ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَت رَحِمُه وَصَلَها"[27]

"کسی شخص کا یہ کمال نہیں کہ وہ حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے دے۔ بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اس سے بد سلوکی کریں تو بھی وہ ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

"«لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ»"[28]

"جو شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا، وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"

"«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَه فِي رِزْقِه، وَيُنْسَأَ لَه فِي أَثَرِه، فَلْيَصِلْ رَحِمَه»"[29]

"جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔"

---

[27] صحیح بخاری، کتاب الادب۔ بَابٌ: لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، ج8، ص6، ح5991 دار طوق النجاۃ

[28] ایضاً، کتاب الادب۔ بَابُ إِثْمِ القَاطِعِ، ج8، ص5، ح5984 دار طوق النجاۃ

[29] ایضاً، کتاب الادب۔ بَابُ مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، ج8، ص5، ح5986 دار طوق النجاۃ

ہبہ پر ابھارنا

حدیث میں ہبہ کا بیان موجود ہے بے شک تحفہ محبت کے اظہار کا ایک خوبصورت اور بہترین ذریعہ ہے۔ تحفہ کا انتخاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں تحفہ دینے والے کی لطیف جذبات کی عکاسی ہوتی ہے آپ ﷺ قلیل و معمولی ہدیہ کو بھی قبول کرتے تھے،اور ہدیہ کو معمولی اور حقیر سمجھنے سے منع فرماتے تھے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

" «تهادَوْا فَإِنَّ الهدِيَّةَ تذْهبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، وَلَا تحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِها وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ» "[30]

آپس میں ہدیہ دو کہ بے شک ہدیہ دل سے کینہ دور کرتا ہے اور اپنی پڑوسن کو کوئی معمولی چیز بھی بطور ہدیہ دینے کو حقیر نہ سمجھو۔

سنت رسول ﷺ سے محبت

"لَقَدْ كانَ لَكمْ فِی رَسُوْلِ الله اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كانَ يرْجُو الله وَالْيوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكرَ الله كثِيْرًا"[31]

"فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہےo"

"وَمَآ اٰتٰىكمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْه وَمَا نَهٰىكمْ عَنْه فَانْتهوْا ج وَاتقُوالله ط اِنَّ الله شَدِيْدُ الْعِقَابِ"[32]

"اور جو کچھ رسول (ﷺ ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ : يا أَيها النَّاسُ، إِنِّی قَدْ تركت فِيْكمْ مَا إِنِ اعْتصَمْتمْ بِه فَلَنْ تضِلُّوْا أَبَدًا : كتابَ الله وَسُنَّةَ نَبِيِّه۔"[33]

---

[30] محمد بن عیسی الترمذی ، ترمذی شریف، أَبْوَابُ الوَلَاءِ وَالْهِبَةِ، بَابٌ فِي حَثِّ النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التهَادِي،ج4،ص441،ح2130

[31] سورۃ الأحزاب،33 : 21

[32] سورۃ الحشر،59 : 7

"کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے خطاب فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! یقینا میں تمہارے درمیان ایسی شے چھوڑے جارہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔"

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَت مِنْها الْعُيوْنُ وَ وَجِلَت مِنْها الْقُلُوْبُ، فَقَالَ رَجُلٌ : إِنَّ هذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تعْهدُ إِلَيْنَا يا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ : أُوْصِيْكمْ بِتقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِي، فَإِنَّه مَنْ يعِشْ مِنْكمْ يرَى اخْتِلَافًا كثِيْرًا، وَإِيَّاكمْ وَمُحْدَثَاتَ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّها ضَلَالَةٌ، فَمَنْ أَدْرَك ذَلِك مِنْكمْ، فَعَلَيْكمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْها بِالنَّوَاجِذِ"۔[34]

"کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد ہمیں نہایت فصیح و بلیغ وعظ فرمایا، جس سے آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور دل کانپنے لگے۔ ایک شخص نے کہا: یہ تو الوداع ہونے والے شخص کے وعظ جیسا (خطاب) ہے۔ یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں پرہیزگاری اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ خبردار (شریعت کے خلاف) نئی باتوں سے بچنا کیونکہ یہ گمراہی کا راستہ ہے لہٰذا تم میں سے جو یہ زمانہ پائے تو وہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑے، تم لوگ (میری سنت کو) دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لینا (یعنی اس پر سختی سے کاربند رہنا)۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" قَالَ النَّبِی ﷺ : اَلْمُتَمَسِّك بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِی لَه أَجْرُ شَهِيْدٍ" [35]

"کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری سنت کو اس وقت مضبوطی سے تھامے رکھنے والے کے لئے جبکہ میری امت فساد میں مبتلا ہو گئی شہید کے برابر ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

---

[33] محمد بن عبداللہ بن محمد حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج1، ص171، ح318

[34] محمد بن عیسی الترمذی، السنن الترمذی شریف، کتاب : العلم، باب : ما جاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ج5، ص44، ح2676

[35] عبدالعظیم المنذری، الترغیب والترھیب، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج1، ص141

" عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنہما قَالَ : اتخَذَ النَّبِی ﷺ خَاتمًا مِنْ ذَہبٍ فَاتخَذَ النَّاسُ خَوَاتیْمَ مِنْ ذَہبٍ، فَقَال النَّبِی ﷺ : إِنِّی اتخَذْت خَاتمًا مِنْ ذَہبٍ فَنَبَذَہ وَقَالَ : إِنِّی لَنْ أَلْبَسَہ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتیْمَہمْ" [36]

"کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

"عَنْ عَبْدِ الله ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنہما أَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ رَأَی خَاتمًا مِنْ ذَہبٍ فِی یدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَہ وَقَالَ : یعْمِدُ أَحَدُکمْ إِلَی جَمْرَۃٍ مِنْ نَارٍ فَیجْعَلُہا فِی یدِہ، فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَہبَ رَسُوْلُ الله ﷺ ، خُذْ خَاتمَک، انْتفِعْ بِہ۔ قَالَ : وَالله، لَا آخُذُہ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَہ رَسُوْلُ الله ﷺ " [37]

"کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ ﷺ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے! رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور (اسے فروخت کر کے ہی) نفع حاصل کر لو، اس نے کہا: خدا کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہو اس کو میں کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔"

جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں:

"عَنْ جُبَیرِ بْنِ نُفَیرٍ قَالَ : خَرَجْت مَعَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ السِّمْطِ إِلَی قَرْیۃٍ عَلَی رَأْسِ سَبْعَۃَ عَشَرَ أَوْ ثَمَانِیۃَ عَشَرَ مِیلًا فَصَلَّی رَکعَتَیْنِ فَقُلْت لَہ۔ فَقَالَ : رَأَیْت عُمَرَ صَلَّی بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکعَتَیْنِ فَقُلْت لَہ فَقَالَ : إِنَّمَا أَفْعَلُ کمَا رَأَیْت رَسُوْلَ الله ﷺ یفْعَلُ۔"[38]

"کہ میں شُرَحبیل بن سِمط کے ساتھ سترہ یا اٹھارہ میل کی مسافت پر ایک بستی میں گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ذوالحلیفہ

---

[36] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: الاقتداء بأفعال النّبی ﷺ ، 1311، ج6، ص2661، ح6868

[37] مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب: اللباس والزینۃ، باب: تحریم خاتم الذھب علی الرجال ، ج3، ص1655، ح2090

[38] ایضاً، کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب: صلاۃ المسافرین وقصرھا، ج1، ص481، ح692

میں دو رکعت نماز پڑھی، میں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا میں وہی کرتا ہوں جو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

حضرت مجاہد سے روایت ہے:

"عَنْ مُجَاہِدٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنہما فِي سَفَرٍ فَمَرَّ بِمَكَانٍ، فَحَادَ عَنْہ، فَسُئِلَ لِمَ فَعَلْت ذَالِك؟ فَقَال : رَأَيْت رَسُوْلَ الله فَعَلَ ہٰذَا فَفَعَلْت"[39]

"کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ وہ ایک جگہ کے قریب سے گزرے تو اس کے راستہ سے ہٹ کر چلے۔ پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ جواب دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ (آپ ﷺ اس راستہ سے گزرے تو) آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اس لئے میں نے بھی ایسا کیا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنہما أَنَّہ كَانَ يأْتی شَجَرَةً بَيْنَ مَكةَ وَالْمَدِيْنَةِ. فَيقِيْلُ تحْتہا، وَيخْبِرُ أَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ كَانَ يفْعَلُ ذَلِك۔"[40]

"کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک درخت کے پاس آیا کرتے تو اس کے نیچے قیلولہ (دوپہر کو سونا، آرام کرنا) کیا کرتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی (اس درخت کے نیچے) ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک مقام پر اپنی اونٹنی کو گھماتے ہوئے دیکھا گیا تو آپ سے اس بابت پوچھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"رُئِی عبد الله بْن عُمَر يدير ناقتہ فی مكان فسئل عنہ، فقال : لا أدری إلا أنی رأيت رسول الله ﷺ فعلہ، ففعلتہ"[41]

"میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو (اس مقام پر) ایسا کرتے دیکھا لہٰذا میں نے بھی ایسا کیا۔"

---

[39] الإمام أحمد بن حنبل ،المسند احمد بن حنبل ،مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ: الأولی، 1421 ھ - 2001 م ،ج2، ص42، ح4870

[40] سلیمان بن أحمد بن أیوب الطبرانی، المعجم الأوسط، ج4، ص198، حدیث 3968

[41] القاضی عیاض بن موسی، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع 1409 ھ - 1988 م، ج1، ص489

حضرت سہل بن عبداللہ رَحِمَہ اللہ فرماتے ہیں:

علامة حب الله حب القرآن، وعلامة حب القرآن حب النبی ﷺ، وعلامة حب النبی ﷺ حب السنّة۔[42]

"کہ اللہ عزوجل سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے محبت کرے اور قرآن سے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرے اور آپ ﷺ سے محبت کرنے کی پہچان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت سے محبت کرے۔"

حضرت ابوالعباس بن عطاء رَحِمَہ اللہ نے فرمایا:

من ألزم نفسه آداب السُّنة نوَّر الله قلبه بنور المعرفة؛ ولا مقام أشرف من مقام متابعة الحبيب، ، فی أوامره وأفعاله وأخلاقه، والتأدب بآدابه قولاً وفعلاً، وعزماً وعقداً ونيةً۔[43]

" جس نے اپنے نفس کے لئے سنت نبویہ ﷺ کے آداب لازم کر لئے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے منور فرمائے گا۔ اور محبوب حقیقی کی اتباع سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ اس کے ارشادات میں اتباع، اس کے افعال واخلاق میں اتباع اور اپنے قول و فعل، ارادے، عقیدے اور نیت میں اس کے آداب کی پیروی کرنا لازم ہے۔"

قاضی عیاض رَحِمَہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم أن من أحب شيئاً آثره وآثر موافقته، وإلا لم يكن صادقاً فی حبه، وكان مدعياً۔ فالصادق فی حب النبی ﷺ من تظهر علامة ذلك عليه، وأولها : الاقتداء به، واستعمال سنته، واتباع أقواله وأفعاله وامتثال أوامره، واجتناب نواهيه، والتأدب بآدابه فی عسره ويسره، ومنشطه ومكرهه، وشاهد هذا قوله تعالى {قُلْ إِن كنتمْ تحِبُّونَ الله فَاتبِعُونِی يحْبِبْكمُ الله} [آل عمران، 3 : 31]۔[44]

" اس بات کو خوب جان لو کہ جو شخص جس کی محبت رکھتا ہے وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے اور اسی کی موافقت کرتا ہے بصورت دیگر وہ اس کی محبت میں سچا نہیں جس کی وہ محبت کا دھرم بھرتا ہے۔ لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں صرف وہ سچا ہے جس پر اس کی علامتیں ظاہر ہوں۔ محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی

---

[42] ایضاً، ج1، ص503

[43] أبو عبد الرحمن السلمی محمد بن الحسين بن محمد، طبقات الصوفية، دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى، 1419ھ- 1998م، ص265

[44] القاضی عیاض بن موسی، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج1، ص499

کرے اور آپ ﷺ کی سنت کا عامل ہو۔ آپ ﷺ کے افعال و اقوال کی اتباع کرے، آپ ﷺ کے حکم کو بجا لائے اور ممنوع اُمور سے اجتناب کرے، تنگی و فراخی، خوشی و غمی ہر حال میں آپ ﷺ کے آداب سے موعظت و نصیحت حاصل کرے۔ اس علامت کی حجت و دلیل اس آیت کریمہ میں ہے کہ: ''(اے حبیب!) آپ فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا۔''

امام قسطلانی بیان کرتے ہیں:

فاتباع هذا النبی الکریم حیاة القلوب، ونور البصائر، وشفاء الصدور، ورياض النفوس، ولذة الأرواح، وأنس المستوحشين، ودليل المتحيرين. وقال أيضاً من علامات محبته ﷺ محبة سنته، وقراء ة حديثه، فإن من دخلت حلاوة الإيمان فی قلبه إذا سمع كلمة من كلام الله تعالى، أو من حديث رسول الله ﷺ تشربتها روحه وقلبه ونفسه[45]

'' کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع دلوں کی حیات، بصیرتوں کا نور، دلوں کی شفاء، نفسوس کے باغات، ارواح کی لذت، وحشت زدہ لوگوں کا اُنس اور حیران لوگوں کی رہنما ہے۔ امام قسطلانی مزید بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت پر عمل اور آپ ﷺ کی حدیث مبارک پڑھنے کی چاہت ہو، بے شک جس آدمی کے دل میں ایمان کی چاشنی داخل ہو جب وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے کوئی کلمہ یا کوئی حدیث رسول ﷺ سنتا ہے تو وہ اس کی روح، دل اور نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔''

دائیں سائیڈ والا مقدم ہے

اسلامی اخلاق و آداب جسے پیغمبر اعظم نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی تہذیب و شائستگی کیلئے تفصیل سے بیان کیا اور امت کو اس سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی اور اپنی ذات مبارکہ کو عملی نمونہ بنا کر پیش کیا ہے، صالحین نے اپنی حیات مستعار کو اُن اخلاق و آداب سے مزین کیا اور وہ حقوق بجالائے کہ اللہ کے یہاں العبد بلکہ نعم العبد بن گئے۔

اُن ہزاروں آداب میں سے ایک اہم ادب ''تیامُن'' (یعنی کسی کام کو داہنے ہاتھ یا داہنے جانب سے انجام دینا) ہے جس کی رعایت رکھنا شرافت کی علامت اور سعادت کا ذریعہ ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت اہتمام فرمایا ہے اور اس سے اپنی محبت کا اظہار فرما کر امت کو متوجہ کیا ہے۔

---

[45] أحمد بن محمد بن أبی بكر القسطلانی، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المكتبة التوفيقية، القاهرة - مصر، ج2، ص499

## تیامُن سے محبت کی حکمت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

"«كَانَ النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَيَمُّنُ فِي تنَعُّلِهِ وَترَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ»"[46]

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہننے میں، کنگھا کرنے میں اور طہارت میں اور تمام احوال میں تیمن کو پسند کرتے تھے۔

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ربِ کائنات حکیم مطلق نے یمین اور اہل یمین کو فضیلت دی ہے اور اپنے کلام پاک میں ان کی تعریف فرمائی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اس چیز کو جسے علیم وحکیم نے ترجیح دی ہے۔ پس یہ شعائر الٰہی کی غایت تعظیم کے قبیل سے ہے جو قوت ایمان کی دلیل ہے۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے فاما من اوتی کتٰبہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا. واصحٰب الیمین وما اصحٰب الیمین فی سِدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب. واما ان کان من اصحٰب الیمین فسلٰم لك من اصحٰب الیمین. اس کے علاوہ بھی آیتوں میں یمین کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ہے جیسے وما تلک بیمینک یٰموسٰی، اور ولا تحظہ بیمینک، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اچھے کاموں میں یمین کو ترجیح دی اور تیامن سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا بلکہ ازلی دشمن شیطان کی مخالفت میں اختیار یمین کی تاکید فرمائی۔

## تیامن کے اختیار کے مواقع

تیامن کا اہتمام کرنا (اور تیاسر کا بھی) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جن مواقع میں ثابت ہے علمائے امت نے ان کو جمع کر دیا نیز ایک ضابطہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

صاحب البنایۃ شرح الہدایۃ رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اتفق العلماء بانہ یستحب تقدیم الیمنی فی کل ما ہو من باب التکریم کالوضوء والغسل، ولبس الثوب والنعل، والخف، والسراویل ودخل المسجد والسواك والاکتحال وتقلیم الاظفار، وقص الشارب، ونتف الابط، وحلق الرأس، والسلام من الصلاۃ، والخروج من الخلاء، والاکل، والشرب، والمصافحہ واستلام الحجر الاسود، والاخذ والعطاء وغیر ذلك. ویستحب تقدیم الیسار فی ضد ذلك

[46] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوُضُوءِ، بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الوُضُوءِ وَالغُسْلِ، 1311، ج1، ص45، ح168

كالامتخاط والاستنجاء ودخول الخلاء والخروج من المسجد ونزعِ الخف والسراويل والثوب واشباه دلك [47]

یعنی ہر وہ کام جو تکریم و تشریف اور تزیین کے قبیل سے ہو تو علماء کا اتفاق ہے کہ یمین کو مقدم کرنا مستحب ہے جیسے وضوء، اور غسل میں کرتہ، پائجامہ، موزہ اور نعلین کے پہننے میں، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کترنا، مونچھ تراشنا، بالوں میں کنگھا کرنا، موئے بغل اکھیڑنا (صاف کرنا) سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، بیت الخلاء سے نکلنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا استلام کرنا، اور لینا، دینا وغیرہ ان سب میں تیامن مستحب ہے اور جو کام کرامت و شرافت کے قبیل سے نہ ہوں جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، رینٹ صاف کرنا (یعنی ناک کی صفائی) استنجاء کرنا، موزہ، نعلین، کرتا اور پائجامہ کا نکالنا اور اس کے مانند کاموں میں تیاسر مستحب ہے۔

## دعا کی ترغیب

دعا کی فضیلت و اہمیت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالی نے خود اس کا حکم فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں بے شمار جگہوں پر مومنین کو دعا کی ترغیب دی گئی ہے، اور انہیں یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی بارگاہ میں التجا کرو، اپنی پریشانیوں کو بیان کرو، اپنے دکھ درد کو اس کے سامنے رکھو اور ان کا مداوا طلب کرو، وہ تمہاری دعا کو قبول کرے گا۔ بلکہ جتنا طلب کروگے اس سے زیادہ عطا کرے گا، وہ ایسا سخی اور داتا ہے جو مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔ دستور عالم ہے کہ لوگ فریاد کرنے والوں سے دور بھاگتے ہیں، ان سے پہلو تہی کرتے ہیں، ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرتے ہیں، اگر مطالبہ میں شدت پیدا ہو جائے تو بسا اوقات تذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔ لیکن خالق کائنات رب ذوالجلال کی بارگاہ میں جتنا مانگو گے، جتنا طلب کروگے اتنا زیادہ ملے گا، اتنا زیادہ قرب نصیب ہوگا اور محبت میں اضافہ ہوگا۔

تندرستی، مصیبت میں ہوں یا عافیت میں، دنیوی پریشانی ہو یا دینی، اَلغَرَض! ہر حال میں اللہ پاک کی بارگاہ میں دعائیں کرتے رہنا چاہئے، ہمارے پیارے آقا، مکی مَدَنی مصطفےٰ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی دعائیں کرتے تھے، آپ وقتاً فوقتاً دعا کی اَہمیت کو بھی بیان فرماتے اور رات دن مصروفِ دُعا رہنے کی ترغیب بھی ارشاد فرماتے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"الدُّعَاءُ مُخُّ العِبَادَةِ"[48]

---

[47] محمود بن أحمد بن موسى العينى، البناية شرح الهداية، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان الطبعة: الأولى، 1420 ه - 2000 م، ج1، ص249

یعنی دُعاعبادت کا مغز ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ"[49]

یعنی اللہ کریم کی بارگاہ میں دُعا سے زیادہ کوئی چیز محترم و مکرّم نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کے لئے دُعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا، اللہ پاک سے کئے جانے والے سوالوں میں سے پسندیدہ سوال عافیت کا ہے۔ جو مصیبتیں نازل ہو چکیں اور جو نازل نہیں ہوئیں، ان سب میں دُعا سے نفع ہوتا ہے، تو اے اللہ پاک کے بندو! دُعا کرنے کو (اپنے اوپر) لازم کر لو۔[50]

دعا کرنے کے بے شمار فائدے قرآن و احادیث میں مذکور ہیں۔ دعا کا ایک اہم اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق حقیقی کا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ اس کے سامنے اپنی ضرورتوں کو رکھتا ہے۔ اور اپنی خوشی اور غم میں رب ذوالجلال کا شکر و صبر بجالانے کا عادی ہو جاتا ہے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ بندہ جسے اللہ تعالی دعا مانگنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ کتنی سعادت کی بات ہے کہ حالت دعا میں بندہ مکمل توجہ کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے اور خالق کائنات اپنے اس بندہ کی عاجزی و انکساری دیکھ کر اس کی جانب متوجہ رہتے ہیں۔ بندہ مومن کا اللہ تعالی سے ایسا ربط پیدا ہونا جس میں اسے ہر وقت ہر لمحہ مالک دو جہاں کی کبریائی کی توفیق میسر ہو اور اس کے سامنے اپنی انکساری کا اظہار کرے، یہ اللہ تعالی کی جانب سے بیش بہا دولت ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے رب کی یاد میں مگن رہے اور زندگی کے ہر موقع پر اپنے رب کا شکر ادا کرے اور اس کی مناجات میں لگا رہے۔

## تعلیم دینے میں حسن آداب

اسلام کی نشر و اشاعت کا انحصار فقط دعوت پر ہے۔ نہ اس میں جبر و اکراہ کا پہلو ہے نہ ہی کسی قسم کی رشوت، نہ دنیاوی لالچ اور نہ خوف و ہراس لہذا آداب دعوت جاننا مبلغ کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دعوت کا کام ضرر رساں ثابت ہو سکتا ہے۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّكَ بِالْحِكمَة وَالْمَوْعِظَة الْحَسَنَة وَجَادِلْهُمْ بِالَّتی ہی اَحْسَنُ"[51]

---

[48] محمد بن عیسی الترمذی، السنن الترمذی شریف، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، ج5، ص456، ح3371

[49] ایضاً، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، ج5، ص455، ح3370

[50] محمد بن عیسی الترمذی، السنن الترمذی شریف، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی، ج5، ص321، ح3559

لاو''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو''۔

حکمت اور موعظہ حسنہ جیسے دعوت کے دو کلیدی اسلوب بتانے کے ساتھ ساتھ انبیائے کرام کی دعوت کے نمونے پیش کر کے اس کے خطوط و حدود بھی واضح کر دیے گئے جن کی موجودگی میں دعوت دین کا کام کرنے والوں کو کسی تحریک یاازم سے طریق کار مستعار لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآنی تصور دعوت کے طریقہ کار درج ذیل ہے۔

**تدریج:**

قرآن کو دفعتاً نہیں تدریجاً نازل کرنے کی بنیادی وجہ یہ بتائی کہ اس کے ذریعے اللہ رب العالمین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو ثبات دیتا رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کی کمزوری سے کوئی عدم ثبات کا خطرہ نہ تھا، بلکہ جس جاہلی معاشرے کی تربیت کرنا تھی اس کے لیے وقت درکار تھا۔ دفعتاً کتاب پڑھانے سے یہ مسئلہ حل نہ ہوتا۔ اس عظیم انقلاب کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے فطرت سے ہم آہنگ تدریجی قدم اٹھانا ضروری تھا۔ اس ضمن میں ارشاد فرمایا؛

"وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ لَا نُزِّلَ عَلَیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ وَ رَتَّلۡنٰہُ تَرۡتِیۡلًا۔"[52]

"اور کفار کہتے ہیں: اس (شخص) پر قرآن یکبارگی نازل کیوں نہیں ہوا؟ (بات یہ ہے کہ) اس طرح (آہستہ اس لیے اتارا) تاکہ اس سے ہم آپ کے قلب کو تقویت دیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنایا۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔ تدریجی عمل سے لوگوں میں اس دستور کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرنے کا موقع ملتا رہے تاکہ علم کے ساتھ عمل اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا سلسلہ جاری رہے۔ ورنہ بنی اسرائیل کو توریت دفعتاً دی گئی تو اسے سنوانے کے لیے پہاڑوں کو سر پر اٹھانا پڑا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا

"وَ قُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰہُ لِتَقۡرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّ نَزَّلۡنٰہُ تَنۡزِیۡلًا"۔[53]

---

[51] سورۃ النحل: 16: 125

[52] سورۃ الفرقان: 25: 32

[53] سورۃ الاسراء: 17: 106

"اور قرآن کو ہم نے جدا جدا رکھا ہے تاکہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے۔

نفسیات انسانی کا لحاظ:

نفسیاتی نقطۂ نظر سے سب سے اہم چیز جس کا قرآن خاص لحاظ رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مخاطب کے اندر حمیت جاہلیت نہ ابھرنے پائے۔ ہر قوم اپنے معتقدات و روایات کے ساتھ وابستگی رکھتی ہے۔ اگر یہ وابستگی باطل ہے تو قرآن اس کی اصلاح کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ پہلے ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جن کی وجہ سے یہ غلط وابستگی قائم ہے۔ ایسا ہر گز نہ کیا جائے کہ اس کی غلط وابستگی کے فکری اسباب کی اصلاح کے بجائے خود اس پر براہ راست حملہ کر دیا جائے کیونکہ اس طرح کے براہ راست حملے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مخاطب حمیت جاہلیت سے بے خود ہو کر دعوت کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑا ہو گا۔ اسی نکتہ کی طرف ان آیتوں میں اشارہ کیا گیا ہے:

"وَ لَا تسُبُّوا الَّذِينَ يدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيسُبُّوا اللهَ عَدوًا بِغَيرِ عِلْمٍ ط كذٰلِك زَينَّا لِكلِّ أُمَّة عَمَلَهمْ ۔"[54]

"انہیں گالیاں مت دو جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے"۔

" وَقُلْ لِّعِبَادِی يقُوْلُوْا الَّتی ہی اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيطٰنَ ينزَغُ بَينَہمْ اِنَّ الشَّيطٰنَ كانَ لِلاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا۔"[55]

"اور اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بندوں سے کہہ دیجیے وہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو۔ دراصل وہ شیطان ہے جو انسان کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

## بدی کا مقابلہ بہترین نیکی سے:

قرآن کا ایک نمایاں اسلوب دعوت یہ ہے کہ وہ بدی کا مقابلہ بہترین نیکی سے کرتا ہے:

قرآن کریم میں اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے

"أُولَئِكَ يُؤْتوْنَ أَجْرَہمْ مَرَّتيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاہمْ يُنْفِقُونَ"[56]

---

[54] سورۃ الانعام:6: 10

[55] سورۃ بنی اسرائیل:17: 53

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیا جائے گا ان کا اجر دو مرتبہ، بوجہ ان کے صبر کے۔ اور وہ دور کرتے ہیں نیکی کے ساتھ برائی کو، نیز اس مال سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو پیش آنے والے برے معاملات کے مقابلے میں سب سے اچھی کیفیت کی جانب رہنمائی کر رہی ہے۔

اس موضوع سے متعلق ایک مقام پر ارشاد فرمایا؛

وَ لَا تسْتوِی الْحَسَنَة وَ لَا السَّیئَة ادْفَعْ بِالَّتی ہی اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَینَكَ وَبَینَہ عَدَاوَة كاَنَّہ وَلِی حَمِیم "[57]

"نہیں یکساں ہوتی نیکی اور برائی برائی کا تدارک اس (نیکی) سے کرو جو بہتر ہے. پس ناگہاں وہ شخص تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت ہے، یوں بن جائے گا گویا تمہارا جانی دوست ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بیان حقیقت کے طور پر پہلے بتا دیا کہ نیکی اور برائی یکساں نہیں۔ نیکی ہر حال میں نیکی ہے خواہ معاشرہ میں اس کی پذیرائی نہ ہو، اور برائی اپنی انتہائی مقبولیت کے باوجود برائی ہے۔ خواہ اس کو اپنانے والے بڑی بڑی ہستیاں ہوں۔ برائی کا خوگر برائی کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو، لیکن اس کے دل میں یہ خلش ہمیشہ رہتی ہے کہ وہ برائی کر رہا ہے اور اس طرح اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو بطور داعی و مبلغ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"یَا أَیُّہا النَّبِی إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاہدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا وَدَاعِیًا إِلَی اللَّہ بِإِذْنِہ وَسِرَاجًا مُنِیرًا "

"اے نبی ﷺ! ہم نے تمھیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔"

دعوت کے معنی لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا ہے جس کے مختلف ذرائع و طریقے ہیں۔ چاہے وہ قلم کے ذریعے سے ہو یا زبان کے ذریعے یا مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہو۔ بالفاظ دیگر ہر وہ قولی اور عملی کوشش جو لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف مائل کرنے کے لیے کی جائے "دعوت" کہلاتی ہے۔

---

[56] سورۃ القصص:28: 64

[57] سورۃ حم السجدہ:32: 34

خلاصہ کلام

مُعَاشَرے کو پُر سکون اور اَمْن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے ''پڑوسیوں'' کے متعلق اسلام کے احکامات پر عمل کیا جائے تو ہر ایک اپنی عزت وآبرو اور جان ومال کو محفوظ سمجھنے لگے گا۔ معاملات کے شعبے میں مومن کی صفت ہے کہ وہ اپنی بات کا سچا اور وعدے کا پکا ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکہ، فریب، بدعہدی کا معاملہ نہیں کرتا اور بے جا طریقے سے دوسرے کا حق غصب کرنے کی فکر میں نہیں رہتا ہے۔

لفظ ''امانت'' کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس کے معاملے میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہو اور چونکہ ایسی امانت کی بہت سی قسمیں ہیں اس لئے قرآن کریم نے اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے تاکہ اس میں امانت کی تمام قسمیں شامل ہو جائیں اس میں مالی امانت تو ظاہر ہی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا کوئی مال کسی کے پاس رکھوایا ہو تو یہ اس کی امانت ہے جسے واپس کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کی ہو تو یہ بھی اس کی امانت ہے۔ اور شرعی عذر کے بغیر اس راز کا کسی پر ظاہر کرنا اس امانت میں خیانت ہے۔ اس طرح کسی ملازم کو جتنے وقت کے لئے ملازم رکھا اس پورے وقت کو ملازمت کے کام میں لگانا بھی امانت ہے۔

اسی طرح وعدے اور معاہدے کا پاس کرنے میں بھی معاملات کی بہت سی صورتیں داخل ہو جاتی ہیں۔ اشیائے فروخت میں ملاوٹ یا ان کے عیب کو چھپانا یا کم ناپ تول کا ارتکاب یہ تمام جرائم عہد شکنی میں داخل ہیں۔ اور مومن کی صفت یہ ہے کہ اسے اپنے معاہدے کا پاس ہوتا ہے وہ جیسا معاہدہ کرتا ہے اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ اگر بدعہدی کے نتیجہ میں اس نے کچھ تھوڑا بہت ظاہری نفع کما بھی لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں اس کا انجام بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ معاملات کی صفائی، امانت داری اور معاہدے کی پابندی مومن کا وہ طرہ امتیاز رہا ہے جسے دیکھ کر ماضی میں بہت سے کافر مسلمان ہوئے۔ عبادت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی توبہ سے ہو سکتی ہے، لیکن بدمعاملگی اور حقوق العباد کو تلف کرنے کی تلافی صرف توبہ سے بھی ممکن نہیں جب تک کہ صاحب حق کو اس کا حق نہ پہنچا دیا جائے۔

چنانچہ جب اسلام عملاً دنیا میں نافذ تھا تو اس وقت مسلمان خواہ کتنا ہی گیا گزرا ہو، لیکن چھوٹ، دھوکہ، فریب، بدعہدی، خیانت کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے نظام معاشرت کے تمام احکام اس بنیادی اصول کے گرد گھومتے ہیں کہ ہر مسلمان اس بات کا دھیان رکھے کہ اس کے کسی طور طریقے اور کسی عمل سے دوسرے کو کسی

قسم کی جسمانی یا نفسیاتی تکلیف نہ پہنچے۔ کسی شخص کو دل آزار باتیں کہنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، کسی کی چغلی کھانا، کسی کے خلاف بدگمانی میں مبتلا ہونا، کسی کے عیوب کی جستجو کرنا کسی کی اجازت کے بغیر اس کی خلوت میں مخل ہونا۔

خوش اخلاقی کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں تکبر کے بجائے تواضع اور انکسار، بخل کے بجائے سخاوت، بزدلی کے بجائے بہادری، سخت مزاجی کے بجائے رحم دلی، جلد بازی کے بجائے تحمل، زبان درازی کے بجائے خوش کلامی اور فحاشی کے بجائے عفت و پاکیزگی پائی جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانی شرافت کی جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں ایک مومن کو ان سب کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ اور جس شخص میں ان صفات کی جتنی کمی ہے اتنا ہی اس کا ایمان نامکمل ہے۔ اور جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ خواہ قانونی طور پر مسلمان ہی کہلائے لیکن جس قسم کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب ہے اس سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔